12-5-2019

## دورہ قرآن(2019)

# پارہ نمبر20(أَمَّنْ خَلَقَ)

علم چاہنے والا کبھی سیر نہیں ہوتا یعنی اس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں، کبھی اس کو تسلی ہوتی ہی نہیں یعنی جس کو علم کا شوق لگ جائے پھر وہ مزید طلب کرتا رہتا ہے۔

**و قل ربی زدنی علما**

✷ نبی صلی اللہ وسلم نے فرمایا:

دو لوگ کبھی سیر نہیں ہوتے علم کا سیکھنے والا اور دنیا کا چاہنے والا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم ان دونوں میں سے کون ہیں؟

یعنی کیا ہماری خواہش علم حاصل کرنے کی زیادہ ہے، اُس میں ہمیں زیادہ مزہ آتا ہے، اس کے لیے ہم محنت زیادہ کرتے ہیں، اس کے لیے اپنا مال لگاتے ہیں اپنا وقت لگاتے ہیں یا پھر صرف دنیا کا مال اکٹھا کرنے میں۔

علم جذب کرنے والوں کی ایک خوبصورت مثال دی گئی۔

✷ ابو موسی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال تیز بارش کی سی ہے جو زمین پر برسے۔

صاف اور عمدہ زمین، تو پانی کو جذب کر لیتی ہے اور بہت سا گھاس اور سبزہ اُگاتی ہے جبکہ سخت زمین پانی کو روک لیتی ہے پھر اللہ اِس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے لوگ خود بھی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی سیر اب کرتے ہیں اور اس کے ذریعے کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں۔

کچھ بارش ایسے حصے پر پڑی جو صاف اور چٹیل میدان تھا وہ نہ تو پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اُگاتا ہے۔

پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور جو علم دے کر اللہ نے مجھے مبعوث کیا اُس سے، اُسے فائدہ ہوا۔

(یعنی اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا)۔

اور یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

یعنی یا تو اس نرم زمین کی طرح بن جائیں جو پانی کو اپنے اندر جذب کر کے گھاس چارہ اگاتی ہے اور لوگوں کے لیے خوبصورتی کا باعث بھی بنتی ہے اور فائدے کا باعث ہوتی ہے، جو کچھ وہ اُگاتی ہے اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں

یا یہ کہ اُس چٹیل میدان کی طرح جو کچھ پانی روک لیتا ہے، انسان اور جانور اس سے پیتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اگر چہ وہ زمین خود زیادہ فائدہ نہیں اٹھاتی لیکن دوسروں کو فائدہ دینے والی ہے۔

لیکن وہ زمین جس پر پانی پڑے اور وہ بہہ ہی جائے، نہ وہ خود فائدہ اٹھائے اور نہ کسی اور کو دے تو وہ زمین ناپسندیدہ ہے۔

**توہمیں دیکھنا چاہیے کہ**

ہم ان میں سے کس جگہ پر پھر بیٹھتے ہیں کیا ہم خود بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں؟

اور دوسروں کو بھی پہنچا رہے ہیں؟

یا صرف سیکھ کر دوسروں کی ہی سکھاتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے؟

یا یہ کہ نہ خود سیکھتے ہیں اور نہ کسی اور کو سکھاتے ہیں؟

**تو اللہ سبحانہ وتعالی ہمیں سب سے زیادہ نفع مند بنادے۔ آمین**

# سورۃ النمل

## ❖ آیت 60

تو اللہ سبحانہ وتعالی کائنات کی نشانیوں کے ذریعے اپنی الوہیت کو، اپنے الہ ہونے کو ثابت فرما رہے ہیں کہ اصل میں معبود وہی ہے۔

عبادت اُسی کی ہونی چاہیے جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا۔ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمانوں کی مخلوقات بنائیں اور زمین پر طرح طرح کی مخلوقات پیدا کیں پھر آسمان سے پانی برسایا پھر اُس کے ذریعے باغات اُگائے جس میں طرح طرح کے پھل پھول ہیں یہ سب کچھ تمہارے بس میں نہ تھا۔

کیا آسمان بنانا کسی کے بس میں ہے؟ کیا زمین بنانا کسی کی ہمت میں ہے؟ یا زمین پر یہ درخت اُگانا۔ اگر اللہ نہ اُگانا چاہے۔

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم درخت لگاتے ہیں سارے اسباب بھی مہیا ہوتے ہیں لیکن درخت بڑھتے نہیں، جل جاتے ہیں، تو وہی بڑھتے ہیں، وہی پھلتے پھولتے ہیں جن کو اللہ بڑھاتا ہے۔

**تو یہ ساری چیزیں اس بات کی دلیل ہے کہ**

صرف اللہ ہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی رازق ہے اس لیے وہی دراصل الہ ہے، وہی معبود ہے۔

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی اس کام میں اس کا شریک ہے؟

نہیں بلکہ یہ لوگ ناانصافی سے کام لے رہے ہیں کہ خالق تو وہ ہو، رازق تو وہ ہو اور پھر انسان اس کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرے، غیروں کی عبادت کرے۔

تو یہ الٰہ کا لفظ جو ہے بار بار یہاں دہرایا جائے گا۔ الہ کا لفظ معبود کے معنوں میں آتا ہے،

- توحید کی ایک قسم توحید الوہیت ہوتی ہے
- دوسری توحید ربوبیت
- اور تیسری توحید اسماء وصفات

تو یہاں توحید الوہیت کو ثابت کیا جارہا ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے اللہ کو یکتا معبود ماننا۔

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا (النساء36)

اور اس بات کو اچھی طرح یادر کھنا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، تمہارا الہ ایک ہی الہ ہے اسکے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔
توجو خالق ہے، وہی دراصل عبادت کا مستحق ہے۔
مشرکین مکہ اللہ کو خالق تو مانتے تھے لیکن اللہ کے الہ ہونے میں شرک کرتے تھے یعنی اوروں کو بھی اپنی عبادت میں شریک کرتے ان کے نام کی نذر و نیاز چڑھاتے اور ان کے آگے سجدے کرتے اور ان سے دعائیں کرتے۔
تو اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر سب سے پہلے اس بنیادی خرابی کو دور کیا کہ جب انسان کا یہ عقیدہ درست ہو جاتا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے تو پھر اس کی ساری توجہات اسکی طرف ہوتی ہیں، پھر اُسی کی وہ بات مانتا ہے اُسی کی خاطر وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے اور جیتا ہے تو اس لیے جب تک انسان کا عقیدہ درست نہ ہو توحید انسان کے اندر راسخ نہ ہو اس وقت تک اس کا اخلاق اس کی عباداتِ، اس کے معاملات اور اس کا باقی طرز زندگی درست نہیں ہو سکتا۔ تو یہ وہ بنیادی بیج ہے جس پر اسلام کے درخت کی خوبصورتی کا انحصار ہے۔
تمام انبیاء کی بنیادی دعوت یہی رہی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی دعوت بھی یہی تھی اور ہم جب دین کی تعلیم دیں، تبلیغ کریں تو لوگوں کے اندر سب سے پہلے اسی الوہیت کے سبق کو پکا کریں کہ سچے دل سے اللہ کو اپنا الہ مانیں کیونکہ اسی کی وجہ سے انسان آخرت میں نجات پائے گا اور اگر اللہ کے سوا دوسروں کی طرف وہ متوجہ ہوتا ہے تو یہ چیز انسان کے اندر بے چینی بھی پیدا کرتی ہے اور آخرت میں اس کا انجام بھی بھیانک ہو گا۔

## ❖ آیت نمبر 61

اور اب تو ہم جانتے ہیں کہ زمین ہر دم حرکت کر رہی ہے اور دوہری حرکت کر رہی ہے اور مسلسل خلا میں float کر رہی ہے اس کے باوجود ہم اس پر چین سے بیٹھتے ہیں، سوتے ہیں کھاتے ہیں، پیتے ہیں۔
دو سمندروں کے درمیان ایک پردہ حد فاصل بنا دیا
یعنی دو طرح کے رنگ، دو طرح کے ذائقے ٹھنڈا گرم یہ ساتھ ساتھ چلے جا رہے ہوتے ہیں یہ دونوں کے بیچ میں پردہ کس نے حائل کر رکھا ہے۔
کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ ہے؟
یعنی جس نے یہ کام کیا ہو۔

## ❖ آیت نمبر 62

یعنی انسان کے اوپر آنے والی تکلیفوں کو دُور کرنے والا بھی وہی ہے اور اِسی طرح زمین پر اس نے تمہیں باری باری پیدا کیا۔
سوچیئے اگر آدم علیہ السلام ابھی زندہ ہوتے اور ہمارے بعد کی ساری جنریشن بھی اکٹھی ایک وقت پر زمین پر ہوتیں تو پھر حال کیا ہوتا؟
ابھی ہم آبادی کے مسئلے سے نہیں نپٹ پا رہے اور عموماً لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ وسائل تو خیر اللہ پیدا کرتا ہے لیکن انسانوں کے انتظامات فیل ہو جاتے ہیں سڑکیں کم پڑ جاتی ہیں اور آبادیاں، گھر اور باقی چیزیں کم پڑ جاتی ہیں تو انسان کے لیے یہ بھی اللہ کی بڑی رحمت ہے جس کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے۔
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَـٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ

ایک جنریشن کے بعد ایک جنریشن اور یہ transition اتنی smooth ہوتی ہے، اتنی غیر محسوس طریقے سے ہوتی ہے کہ ایک کی جگہ ایک تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

اور پھر خاص طور پر یہاں پر جو بے قرار کی دعا سننے کی بات ہے تو اس سے پتہ چلتا کہ اخلاص سے تڑپنے پر دعا قبول ہو جاتی ہے خواہ وہ کوئی غیر مسلم ہی کیوں نہ کرے۔

تو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں تو تڑپ کر دعا کیا کریں۔

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں ایک طرح سے ضمانت دی ہے اور ایک خبر دی ہے کہ اگر لاچار اُسے پکارے گا تو وہ اس کی پکار کو قبول کرے گا یعنی جب اخلاص آتا ہے، انسان کے اندر تڑپ آتی ہے تو انسان سب سے کٹ جاتا ہے سارے شریک بھول جاتے ہیں صرف ایک اللہ کی یاد باقی رہتی ہے اور پھر انسان اُسی کی پناہ چاہتا ہے اُسی کی مدد چاہتا ہے۔

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاص جو ہے وہ بہت ہی valuable اور میزان میں بھاری چیز ہے۔

اور یہ اخلاص کسی کی بھی طرف سے ہو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

کوئی اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہو یا نافرمان ہو یعنی اگر ہمیں یہ احساس بھی ہو کہ ہم بہت نیک نہیں ہیں اور ہم تو گناہ گار ہیں، وہ ہماری دعا نہیں سنتا تو اپنے اندر اخلاص پیدا کر لیں اور تڑپ تڑپ کر اور رو رو کر اور گڑ گڑا کر دعا مانگا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی بھی ضرور سنے گا کیونکہ جب کوئی اللہ کو پکارتا ہے اور کہتا ہے تو ہی میرا اللہ ہے، تیرے سوا کہاں جاؤں کوئی اور نہیں میری مدد کرنے والا، میری ساری توقعات اور امیدیں تجھ ہی پر ہیں اور میرا بھروسہ اور توکل تجھ ہی پر ہے، تو نے ہی کرنا ہے تو پھر جب ہم کہتے ہیں کہ تو نے ہی کرنا ہے تو یہی اخلاص ہے کہ ہم سب سے کٹ جاتے ہیں اور صرف ایک اللہ سے مانگ رہے ہوتے ہیں۔

## ❖ آیت64

یعنی تم اگر غیر اللہ کی طرف رغبت کرتے ہو اور انکی طرف مائل ہوتے ہو تو کوئی دلیل لاؤ کہ واقعی انہوں نے بھی کوئی کارنامہ کیا ہے یا انہوں نے بھی کچھ پیدا کیا ہے اور یہاں indirectly اس بات کی بھی یاد دہانی کرا دی گئی کہ جس نے پہلی بار پیدا کیا وہ پھر بھی کرے گا اور تمہارا حساب بھی لے گا۔

## ❖ آیت65

یعنی اللہ کے سوا تو کسی کو یہ بھی نہیں پتہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ کب زندہ ہوں گے۔

## ❖ آیت66

تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آخرت کا علم، قیامت آنے کا علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے، انبیاء اور فرشتوں کو بھی قیامت کا علم نہیں۔

تو یہ پوچھنے کی بجائے کہ قیامت کب آئے گی یہ سوچنا چاہیے کہ جب آئے گی تو پھر کیا ہو گا؟ مجھے اسکی تیاری کیسے کرنی چاہیئے۔

✷ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کی تیاری کر لی ہے؟ اس نے

کہا کچھ بھی نہیں مگر یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے

ہو۔

**تو ہمیں اپنے دلوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ**

ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کتنی ہے؟

✷ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم اس بات سے اتنا خوش ہوئے کہ اتنا کسی اور بات سے نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا: کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو تو ہم نبی صلی اللہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتا ہوں مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس محبت کی وجہ سے انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے عمل ان جیسے نہیں۔

اصل میں انسان جس سے محبت کرتا ہے اسکو اپنا آئیڈیل بنالیتا ہے اور پھر اُس جیسا لاشعوری طور پر بننے کی کوشش کرتا ہے یعنی قدرتی طور پر مثلاً آپ کو کسی کی قرآت پسند ہے تو آپ unconsciously اس کی قرآت کی کاپی کرنے لگتے ہیں یعنی اُس جیسا پھر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

❖ **آیت نمبر 67** یعنی وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے دوبارہ پیدا ہونا انہیں ایک مشکل کام نظر آتا ہے۔

❖ **آیت 68** یعنی اس بات میں اُنہیں شک تھا.

❖ **آیت 75**

**لوحِ محفوظ میں لکھے ہونے کا مطلب کیا ہے؟**

کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر چیز کو ریکارڈ کر رکھا ہے، یعنی ہر چیز کا حساب رکھا ہوا ہے۔

حساب کیوں رکھتے ہیں؟

یعنی آپ دو طرح کا معاملہ کرتے ہیں۔

ایک حساب کو آپ لکھ لکھ کر رکھتے ہیں اور ایک حساب کو آپ چھوڑ دیتے ہیں۔

کس کو لکھ کر رکھتے ہیں؟ جس کو follow up کرنا ہو۔

یہ سب کچھ جو لکھا ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا دوبارہ اٹھا کر بندوں کا حساب ہونا ہے اور پھر وہ کتاب حق کے ساتھ گواہی بھی دے گی

❖ **آیت 77** سبحان اللہ اس کتاب کی تعریف ہے۔

وَإِنَّهُۥ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

**یہاں مومنین کے لیے کیوں ہدایت ہے؟اور مومنوں کے لیے کیوں رحمت ہے؟مومنوں کو کیوں خاص کیا گیا ہے؟**

اس لیے کہ اِس کی ہدایت سے اور رحمت سے مومن ہی فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ تو یہ کتاب سارے جہان والوں کے لیے آئی ہے لیکن جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ اِس سے ہدایت بھی حاصل نہیں کرتا تو اس پر ایمان کا تقاضہ یہ ہے ہم اِس سے رہنمائی حاصل کریں۔

## ❖ آیت 80

**یہاں کس کو مردہ اور بہرہ قرار دیا گیا ہے؟**

جو حق بات سننے سے غافل ہے یعنی آپ اس شخص کو جو مر چکا ہے یعنی جس کا دل مردہ ہو چکا ہے جس پر کوئی بات اثر نہیں کرتی آپ اس کو کتنا بھی سنائیں اس کو کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔

نیند کی حالت میں انسان کچھ نہیں سنتا، تو مرنے کے بعد کیسے سن سکتا ہے اور اِسی طرح بہرہ اگر سامنے دیکھ رہا ہو تو وہ ہونٹوں کی جُنبش سے یا اشاروں سے بات سمجھ لیتا ہے اگر اس کو سنائی نہ دے رہا ہو لیکن جو بہرہ منہ موڑ کر جا رہا ہو آپ اس کو جتنی چاہیں آوازیں دیں وہ کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

تو یہاں کفار کے دلوں کو مردہ اور بہروں سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان پر وحی الٰہی کی کوئی بات اثر نہیں کرتی۔ پیغمبر ان کو ہر طرح سے سناتے ہیں لیکن یہ کچھ بھی سمجھ کہ نہیں دیتے۔

## ❖ آیت 81

یعنی جو حق دیکھنے سے بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں آپ ان کو پھر کچھ سنا نہیں سکتے۔

فَهُم مُّسۡلِمُونَ

پھر وہ surrender کر دیتے ہیں پھر وہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

## ❖ آیت 82

یعنی جب زمین میں اتنی گمراہی پھیل جائے گی کہ لوگ حق کو قبول کرنا بالکل چھوڑ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا بھی چھوڑ دیں گے اور انسانوں کے اندر سے خیر نکل جائے گی تو اس کام کے لیے اللہ تعالی ایک جانور زمین سے نکالیں گے وہ لوگوں سے بات کرے گا اور وہ لوگوں کو سمجھائے گا اور اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ لوگوں کو کچھ نشان بھی لگا دے گا۔

✷ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دابَّةُ الارض کا خروج ہو گا تو وہ لوگوں کے منہ پر نشان لگا دے گا اور وہ اس نشان کے ساتھ ہی زندہ رہیں گے حتی کہ ایک آدمی کوئی اونٹ خریدے گا اور کوئی شخص اس سے پوچھے گا کہ یہ اونٹ تم نے کس سے خریدا ہے تو وہ جواب دے گا کہ یہ میں نے اس شخص سے خریدا ہے جس کے منہ پر نشان لگا ہوا ہے۔ یعنی مخصوص قسم کے لوگ۔

یعنی ہو سکتا ہے یہ وہ لوگ ہوں جو اللہ کی اطاعت نہ کرنے والے ہوں تو ان کے اوپر ایک نشان بھی لگا دے گا اور پھر لوگ انہیں ان کے نشان سے پہچانیں گے۔

احادیث سے اس کی بہت تفصیلات ملتی ہیں کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ اللہ تعالی بندوں پر ایک حجت تمام کرے گا۔

❖ **آیت 83** یعنی ایک جیسے لوگ اکٹھے کر دیے جائیں گے۔

❖ **آیت 84**

یعنی آج بھی آپ دیکھیں کہ بہت سے لوگ جو کہتے بھی ہیں کہ مسلمان ہیں لیکن وہ قرآن کی کچھ آیتوں کے اوپر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور ان کی حکمت نہیں جانتے مصلحت نہیں جانتے اور ایسا کیوں ہوتا ہے؟

یہ کم علمی کی بناپر ہوتا ہے۔

اس میں سے ایک مسئلہ تقدیر کا بھی ہے اکثر لوگ اس بارے میں پریشان رہتے ہیں اور اس بارے میں نعوذ باللہ۔ اللہ تعالی پر الزام بھی دیتے ہیں اور ناراضگی کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالی بے گناہ لوگوں کو کیوں مرنے دیتا ہے؟ یا ظالموں کو ظلم کیوں کرنے دیتا ہے؟ یا پھر سب کچھ لکھا ہوا ہے تو پھر ہماری چوائس کہاں رہ گئی؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب باتیں لاعلمی یا کم علمی کی بناپر ہوتی ہیں۔

سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو نعوذ باللہ۔ اللہ کا ظلم سمجھتے ہیں۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی اپنے بارے میں قرآن مجید میں واضح طور پر کہتا ہے

وَمَآ أَنَاْ بِظَلَّٰمٍ لِّلۡعَبِيدِ کہ میں بندوں پر ہر گز ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

تو اگر آپ قرآن کو مانتے ہیں تو قرآن تو آپ کو بتا رہا ہے کہ وہ ظلم نہیں کرتا، یہ تو اُس نے ظلم نہیں کیا بندوں پر۔ یہ تو بندے ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔

پھر آپ دیکھیے دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ

اگر اللہ تعالی ہے، تو پھر ظلم ہونے کیوں دیتا ہے؟

یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالی کیسا ہے؟ اور اسکا علم کیسا ہے؟ اور وہ کچھ بندوں کو کیوں مہلت دے دیتا ہے کہ وہ اپنی حدیں پار کریں؟ اور جن پر ظلم ہوتا ہے ان کے لیے اس نے کیا تیار کر رکھا ہے؟

یہ سب باتیں بھی ہمیں نہیں معلوم ہوتیں کم علمی کی وجہ سے ہم اللہ تعالی پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔

توسب سے پہلے تو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمیں کسی بھی واقعہ کا،

**مثلاً:** کسی انسان پر کوئی ظلم ہوا ہے، اس کی ساری وجوہات پتہ ہیں؟ اس کے اپنے گناہ کتنے تھے یا یہ کہ اس کا ماحول کیسا تھا یا کس کی غفلت تھی، کسی حاکم کی غفلت تھی یا اس کے آس پاس کا جو support group تھا وہ کمزور تھا؟

تو ایسا ہوا کیوں یعنی سارا الزام اللہ تعالی کو دے دینا کہ وہ وقت پر وہاں پہنچ کر interfere کرتا اور ظالموں کو زبردستی پکڑ کے روکتا تو یہ اس کا طریقہ نہیں۔

زمین کے امور میں اس نے انسانوں کو جہاں چوائس دی ہے پھر وہ اُن پر زبردستی نہیں کرتا اور ایسا وہ کیوں کرتا ہے؟

اس کی حکمت خود اُسی کو معلوم ہے کیونکہ ہمارا علم کم ہے، وہ علیم ہے، وہ حکیم ہے لیکن ہم علم و حکمت میں بہت کم ہیں۔

کیونکہ جب ہم اپنے آپ کو زیادہ عقلمند سمجھ لیتے ہیں تو اس لیے ہم فوراً اعتراض شروع کر دیتے ہیں جب ہم اپنی کم علمی کا اعتراف کریں گے تو پھر سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَآ ؕ(البقرۃ32)۔

تو بہت سے مسئلوں کا حل مل جائے گا۔

❖ **آیت 86** یعنی اگر لوگ غور و فکر کریں تو دن ورات کے آنے جانے میں بھی بہت سے سبق ہیں

❖ **آیت 87**

اس کو نَفۡخَةُ الۡفَزۡع کہتے ہیں جس میں ایسا ہو گا کہ سب گھبرا جائیں گے یعنی پہلی آواز پر سب کے اندر ایک شدید خوف اور گھبراہٹ پیدا ہو جائے گی۔ پھر نَفۡخَةُ الصاعق ہے، یہ نفختہ وہ ہے جس کے بعد سب ہلاک ہو جائیں گے،

مر جائیں گے۔

اور پھر نَفۡخَةُ البعث ہو گا کہ جس کے بعد سب دوبارہ جی اٹھیں گے۔

❖ **آیت 89**

**جس کو اللہ چاہے اس گھبراہٹ سے بچالے گا تو یہ کون ہونگے؟**

جو نیک کام کر کے آئیں گے۔

**اور یہ یاد رکھیے کہ**

اللہ کا ثواب بندے کے عمل سے کہیں زیادہ ہے یعنی نیکی کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ کہ اس سے بہتر بدلہ ملے گا پلس یہ کہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہونگے۔

ہم سب کو قیامت کے واقعات پڑھ کر بڑی پریشانی سی ہوتی ہے، بڑی فکر لگتی ہے،، بہت تنہائی سی محسوس ہوتی ہے، گھبراہٹ ہوتی ہے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا ہو گا اس گھبراہٹ سے بچنے کے لیے کیا کریں؟

**یہاں آپ دیکھیے کہ قرآن کی آیت سے ہمیں پتا چل گیا ہے**

کہ نیکیاں کرنا اس گھبراہٹ کو دور کرے گا۔

جب اپنے بھی ساتھ چھوڑ جائیں گے دوست، رشتے دار، اولاد، والدین کوئی بھی نہیں پوچھے گا تو انسان کے ساتھ اُس کا اپنا ہی عمل ہو گا تو اس لیے ہم سب کو اچھے اعمال کی فکر کرنی چاہیے اور اس میں آگے سے آگے بڑھتے جانا چاہیے۔ جو آج کر رہے ہیں اتنا ہی کافی نہیں سمجھنا چاہیے اس سے بھی بہتر طور پر نیک کام کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

تو بندے کے عمل، قول اور اس کے ذکر، سے یعنی جو نیک اعمال ہیں، اللہ کا ثواب بہتر ہے یعنی صرف برابر نہیں دیا جائے گا بہتر اور زیادہ دیا جائے گا۔

اسی طرح اللہ کی رضا جو ہے وہ بندے کے عمل سے کہیں زیادہ ہے۔

**اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ** اللہ تعالی بندے کا ثواب کئی گناہ بڑھادے گا ایک نیکی کے بدلے 10 نیکیاں تو لازما ہیں ہی لیکن اس سے بھی زیادہ ان کو بڑھادے گا جتنا زیادہ اخلاص ہو گا جتنا زیادہ کام اللہ ہی کے لیے ہی ہو گا۔

اور پھر آپ دیکھیے کہ اللہ تعالی کا کتنا فضل و کرم ہے کہ ہم تھوڑی دیر کام کرتے ہیں۔

فرشتے دن رات تسبیح کر رہے ہیں، تھکتے نہیں دم لیتے نہیں، لیکن ان کو اس کا کوئی اجر نہیں ہے وہ پوری زندگی بھی تسبیح کرتے رہیں تو ان کی ایک نیکی بھی نہیں لکھی جاتی لیکن ہم انسان ایک دفعہ سبحان اللہ کہیں، ایک دفعہ الحمدللہ کہیں میزان بھر جاتا ہے، کتنا احسان ہے اللہ کا ہم پر۔ پھر بھی اگر ہم اس کے ذکر کی طرف نہ آئیں، اُس کے شکر کی طرف نہ آئیں اور اس کی عبادت نہ کریں تو پھر خود ہی خسارے میں ہیں تو ہر نیکی کا کئی گُنا زیادہ بدلہ ہو گا۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

جس نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹادی (کہ وہ انکو bother کرے گی اٹک جائیں گے گر جائیں گے اور کچھ نہیں تو اپنے جوتے ہی ڈھنگ کی جگہ پر اتار کر رکھنا کیونکہ بعض لوگ جو دیر سے آتے ہیں غلط جگہ پارک کرتے ہیں، غلط جگہ جوتے اتار کر اندر آجاتے ہیں اور کوئی جلدی سے بعد میں آتا ہے تو انہی جوتوں سے لگ کر گر جاتا ہے) تو جس نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹائی اللہ اس کے لیے نیکی لکھے گا اور جس کے اللہ نیکی لکھ دیتا ہے اس کی وجہ سے جنت میں داخل کرتا ہے۔

تو ہمیں نہیں پتہ کہ ہماری کونسی نیکی جس کو ہم نے بس ایسے ہی عادتاً بس جلدی سے کر دیا وہ ہی ہمارے جنت میں داخلے کا سبب بن جائے کیونکہ بہت سے جو نیک کام کرکے ہمارے دماغ میں خلل آجاتا ہے کہ اب ہم بہت کچھ کر رہے ہیں یا ہم نیک ہو چکے ہیں تو ہو سکتا ہے وہ اللہ کو اتنے پسند ہی نہ آئیں اور وہ پسند آجائیں جس میں ذرا بھی ریاکاری نہ ہو جس میں ذرا بھی دکھاوا نہ ہو اس لیے

✷**لا تحقِرَنَّ من المعروف شيئًا، ولو أن تَلقَى أخاك بوجه طَلْقٍ**(مسلم)

کہ نیکی کے کسی چھوٹے سے کام کو بھی حقیر نہ سمجھو خواہ وہ تمہارا اپنے بھائی کو مسکرا کر پیش آنا ہی کیوں نہ ہو۔

آپ کسی کو سلام کر رہے ہیں، کسی سے بات کر رہے ہیں تو اچھے سے بات کریں خوشی سے، خوش اخلاقی سے تو یہ چیز بھی انسان کے درجات کو بلند کرنے والی ہے۔

❖ **آیت 90** یعنی صرف ایک برائی کے بدلے میں ایک برائی پھر بھی اگر کسی کی برائیوں کا پلڑہ بھاری ہو گیا تو پھر وہ خسارے میں ہی ہے۔

❖ **آیت 91** مسلم بن کر رہوں

❖ **آیت 92**

تو ایک معنی تو یہ ہے کہ نبی ﷺ سے کہا جا رہا کہ آپ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنائیں

أَتْلُوَا۟ ٱلْقُرْءَانَ یعنی قرآن reading کی چیز بھی ہے لیکن پڑھ کر سنانے کی بھی ہے کیونکہ سن کر جو باتیں سمجھ آتی ہیں بعض اوقات صرف reading سے نہیں آتیں۔

آپ نے غور کیا ہو گا کہ آپ روز کی اپنی تلاوت کرتے ہیں اور رات کو امام کے پیچھے بھی سنتے ہیں تو جو امام کے پیچھے سنتے ہیں وہ زیادہ دل پر اثر کرتا ہے، زیادہ غور و فکر اس پر ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ جو آپ خود سے تلاوت کر رہے ہوتے ہیں۔

پھر اسی طرح اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ میں قرآن کو مسلسل پڑھتا رہوں یعنی میں لوگوں کو اس کی طرف بار بار دعوت دے کر اور اس کی طرف بار بار رہنمائی کرنے کے طریقے سے قرآن کو ہمیشہ پڑھ کر سناتا رہوں کیونکہ یہی بھلائی کے راستے کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے کافی ہے۔

اور مسلسل پڑھنے میں یہ بھی معنی آتا ہے کہ ہمیشہ پڑھتا رہوں کہ اس میں چھپے ہوئے عمدہ حقائق تھوڑے تھوڑے کر کے میرے لیے کھل کر سامنے آ جائیں۔

یہ یاد رکھیے

کہ ایک دفعہ قرآن پڑھنے سے پورا سمجھ نہیں آتا اس کو بار بار پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

أَتْلُوَا۟ ٱلْقُرْءَانَ میں یہ معنی بھی پایا جاتا ہے کہ اس کو مسلسل بار بار پڑھتا رہوں رمضان میں بھی پڑھوں رمضان کے بعد بھی پڑھوں اور ہر رمضان اپنے ساتھ یہ تو باندھ ہی لینا چاہیے کہ ایک دفعہ کم از کم ضرور پورے قرآن سے سمجھ کر گزروں، تازہ ہو جاتا ہے اور کئی نئی باتیں سمجھ میں آتی ہیں جو اس سے پہلے ہم نے یا تو پڑھ رکھی ہوتی ہیں یا نہیں بھی پڑھ رکھی ہوتی یاد ہی نہیں ہوتیں بالکل دل سے اتری ہوئی ہوتی ہیں اور پھر ایک دم جیسے بہار آتی ہے آج کل آپ دیکھ رہے ہیں آس پاس کتنی خوبصورتی پھیلتی چلی جا رہی ہے تو اسی طرح رمضان بھی نیکیوں کا موسم بہار ہے اور یہ بہار اپنے جوبن پر پہنچتی ہے جب انسان قرآن سے تعلق قائم کرتا ہے اور وہ بھی سمجھ کر جب اس کو پڑھتا یا سنتا ہے۔

# سورۃ القصص

- ❖ **آیت 2** یعنی قرآن کی آیات ہیں۔
- ❖ **آیت 3-4**

نَتْلُوا۟ پڑھ کر سناتے ہیں۔

یعنی ایک گروہ جو بنی اسرائیل کا تھا اس کو بہت ہی کمزور کر رکھا تھا۔

یعنی جو لیڈر یہ کام کرتے ہیں وہ دراصل زمین پر فساد کرتے ہیں جن کے یہ traits ہوتے ہیں جو فرعون کے تھے۔

سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت تفصیل سے بیان ہوا۔ کس پس منظر میں موسیٰ علیہ السلام آئے انکی پیدائش کے فوراً بعد پیش آنے والے حالات اور پھر اس کے بعد انکی جوانی کیسی گزری اور شادی کیسے ہوئی اور پھر اس کے بعد واپس کس طرح آئے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرایا گویا موسیٰ علیہ السلام کی پوری لائف اس سورۃ سے واضح ہو جاتی ہے۔

تو یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ فرعون نے ملک کے اندر تفرقہ بازی کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اس سے مقصد کیا تھا؟

کہ لوگ آپس میں لڑتے رہیں تا کہ وہ ان پر حکومت کرتا رہے جیسے کہتے ہیں divide and rule کہ آپ لوگوں کو آپس میں ہی گتھم گتھا ہونے دیں اور آپ ان کے اوپر مسلط ہوئے رہیں ان کو یہ توجہ ہی نہ ہو کہ ہمارا حاکم ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام ان حالات میں پیدا ہوئے جب بنی اسرائیل بہت کمزور تھے اتنے کمزور کہ کہا جاتا ہے کہ فرعون نے کہا جاتا ہے کہ خواب دیکھا تھا جس میں اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کا ایک بچہ بڑے ہو کر اُس کی حکومت ختم کر دے گا اُس کو مار ڈالے گا تو اس بناء پر اس نے بنی اسرائیل کے بچوں کا یعنی لڑکوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ پھر کچھ عرصے بعد احساس ہوا کہ اگر ہم اسی طرح ان کو قتل کرتے رہے تو ہماری خدمت کون کرے گا کیونکہ بنی اسرائیل ہی سے تو سارے کام کروائے جا رہے تھے تو انہوں نے پھر یہ طے کیا کہ ایک سال پیدا ہونے والے بچوں کو ہم زندہ چھوڑ دیں گے اور ایک سال پیدا ہونے والوں کو مار دیں گے تو جس سال ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اس سال بچے نہیں قتل کیے جا رہے تھے اور جس سال موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس میں بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا تو اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا آگے اس کی تفصیلات آئیں گی۔

### ❖ آیت 6

تو اس کے لیے اللہ تعالی نے ایک تدبیر کی وہ تدبیر کیا تھی؟

### ❖ آیت 7

الہام کہتے ہیں خفیہ اشارہ، ہو سکتا ہے کہ فرشتہ نظر آیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ دل میں بات ڈالی گئی ہو۔

ماں کے لیے نو مولود بچہ بہت ہی پیارا ہوتا ہے بڑے بچے بھی پیارے ہوتے ہیں لیکن جو بچہ چھوٹا ہوتا ہے ابھی جو معصوم ہوتا ہے اللہ تعالی اس کی محبت اور زیادہ دل میں ڈال دیتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے اوپر تو اللہ نے ویسے ہی بڑی محبت ڈال دی تھی

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (طٰہٰ 39)

اللہ نے خاص محبت ڈالی تھی انکے لیے لوگوں کے دلوں میں کہ جو انکو دیکھتا تھا وہ محبت کرنے لگتا تھا تو بہر حال اللہ سبحانہ و تعالی موسی علیہ السلام کی والدہ کو تسلی دے رہے ہیں کہ غم نہیں کھانا سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ہم اس بچے کو تیری طرف ہی لوٹا دیں گے وعدہ ہو رہا ہے۔

اور آگے ہم قصہ میں دیکھیں گے کہ اللہ تعالی نے اپنے وعدے پورے کیے۔

یہاں پر خاص طور پر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی والدہ کو حکم دیا کہ وہ دودھ پلاتی رہے

أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ

تاکہ موسی علیہ السلام جتنے دن ماں کے پاس ہوں وہ صحت مند بچے کے طور پر پلیں، ان کی جسمانی بناوٹ مضبوط ہو جائے کیونکہ چھوٹی عمر میں اور day one سے پہلی خوراک کے طور پر بھی اگر ماں کا دودھ بچے کو دیا جاتا ہے تو اس بچے کا immune system اور اس کی growth زیادہ مضبوط ہوتی ہے، بیماریوں سے بچا رہتا ہے تو یہاں خاص طور پر اس بات کی تلقین کی گئی ورنہ اس کو ignore بھی کیا جا سکتا تھا یہ نہیں کہا گیا نہلاتی دھلاتی رہنا، اس کو پیار کرنا نہیں یہ تو natural باتیں ہیں دودھ بھی ماں خود ہی پلاتی ہے لیکن تاکیداً دودھ پلوایا گیا۔

اور آپ کو معلوم ہے موسی علیہ السلام کتنے strong تھے، انہوں نے مدین میں جاکر ایک پتھر جس کو اٹھایا تھا اس کو دس لوگ اٹھاتے تو اس بچی نے نوٹ کیا اور اپنے باپ سے ان کے بارے میں کہا کہ وہ قوی امین ہے تو باپ نے پوچھا قوی کہاں سے ؟ تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ قوی ہے؟ کہا میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتھر کو اٹھا کر دوسری طرف رکھ رہا ہے جس کو دس آدمی مل کر اٹھاتے ہیں

تو اس سے اندازہ لگائیں کہ اس ماں کے دودھ پیے ہوئے ہونے کا ان کی شخصیت پر کیسا اثر رہا۔

## ❖ آیت 8-9

اب بچہ وہاں سے فرعون کے کنارے پر جا پہنچا۔

روایات میں آتا ہے کہ فرعون نے کہا تھا تمہاری تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میری نہیں، تو فرعون کی بیوی نے بہت اچھے طریقے سے بات کی۔

دیکھیے اتنا مشکل کام کروالیا اس نے کہ بنی اسرائیل کا بچہ جو ہے، اس کو اپنا بچہ بنالیا۔

اسے قتل نہ کرو کیونکہ اس پر قتل واجب تھا اس کے قانون کے مطابق۔

تو جہاں بہت سے لوگ بھی مفسد ہوں پوری گورنمنٹ بھی کرپٹ ہو وہاں ایک بھی عادل شخص ہو، ایک بھی سمجھدار ہو، مصلح ہو، تو قوم کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچ جاتا ہے یہاں فرعون اور اس کے درباری ہامان اور قارون اور یہ سب جو تھے یہ بڑے ظالم لوگ تھے لیکن فرعون کی بیوی آسیہ جو تھیں آسیہ علیہا السلام وہ بڑی ہی عادل منصف اور نیک مزاج خاتون تھیں تو ان کے مشورے اور ان کی کوشش سے موسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا گیا۔

## ❖ آیت 10

اور موسی علیہ السلام کی والدہ کا دل سخت بے قرار ہو گیا۔۔۔بچہ جب اپنے سے جدا کیا تو برداشت نہیں کر پا رہی تھیں۔

اور دوسرا فائدہ کیا تھا کہ وہ موسی علیہ السلام کو واپس ان کے پاس لوٹانے کے وعدے پر یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

اللہ تعالی امتحان میں ڈال رہا تھا کہ اس عورت کا یقین پختہ ہو۔

## ❖ آیت 13

کبھی اللہ تعالی انسان کو ایسی چیز سے محروم کر دیتا ہے جس محرومی کو وہ برداشت نہیں کر پاتا۔ کیوں محروم کرتا ہے؟

تاکہ وہ آپ کو وہ عطا کرے جو اُس سے بھی بہتر ہو اور اس کو تقدیر کے مسئلے سے relate کریں کہ ایک بچہ فوت ہو جاتا ہے آپ کو نہیں پتہ کہ وہ بچہ بڑا ہو کر آپ کے لیے کتنی مصیبت کا باعث بنے اللہ کو پتہ ہے وہ زیادہ حکمت والا ہے تو وہ لے لیتا ہے بچہ اور پھر اس کے بدلے میں وہ اور دے دیتا ہے۔

تو کبھی ایک چیز اس لیے لیتا ہے تاکہ بہتر چیز عطا کرے۔

اور پھر وَلِتَعۡلَمَ أَنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞ جس طرح اللہ نے موسی کو ماں کی طرف لوٹا دیا۔

تفصیلات آتی ہیں جس کے اندر جانے کی ضرورت نہیں جب موسیٰ علیہ السلام نے کسی کے بھی دودھ پینے سے انکار کیا پھر ایسی دودھ پلانے والی خاتون تلاش کی گئی جو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہی نکلیں پھر ان سے کہا فرعونیوں نے کہ تم محل میں شفٹ ہو جاؤ اس نے کہا نہیں میرا تو اپنا گھر ہے بچے ہیں شوہر ہے میں یہاں نہیں

آسکتی بچہ مجھے دے دیں میں پال کر آپ کو دے دونگی۔اس طرح موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی ماں کی طرف ہی لوٹ گئے اور ماں نے ان کو اپنے خاص طریقے پر اپنے دین کے مطابق پالا اور ان کی خاص تربیت کی۔

❖ **آیت 14** یعنی جسمانی قوت بھی اور ذہنی قوت بھی۔

❖ **آیت 15**

اب ان ساری آیات میں آپ دیکھیں گے موسیٰ علیہ السلام کی قوت۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ تو ایک شیطانی حرکت ہے۔اپنے عمل کو خود ہی غلط کہہ دیا، وہ اپنی فطرت پر تھے اور اِسی بناپر انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

❖ **آیت 16**

تو آپ دیکھیں کہ جب شیطان آپ کو یہ وسوسہ دے کہ تمہارے گناہ نہیں معاف ہو سکتے۔تو آپ کہیں اگر قتل کا گناہ معاف ہو سکتا ہے تو میرا گناہ اس سے تو چھوٹا ہی ہے اللہ تعالی مجھے بھی معاف کر سکتا ہے یعنی پُر امید رہیں۔

اور یہاں سے یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ گناہ کے نتیجے میں آنے والی مصیبت سے چھٹکارا صرف استغفار سے ممکن ہے تو اگر ہمیں کوئی مصیبت آئی ہوئی ہو اور ہمیں نہیں پتہ کہ کس گناہ کی وجہ سے آئی ہوئی ہے تو استغفار کی کثرت کریں۔

تو موسیٰ علیہ السلام اس مُکے پر نادم ہوئے جو انہوں نے مارا اور اس سے ایک جان چلی گئی تو اس ندامت کی وجہ سے جو وہ اپنے رب کے حضور جھکے اور گناہ پر بخشش طلب کی تو اللہ تعالی نے انکے لیے رستہ بنا دیا اور انہوں نے اس گناہ کو اپنی جان پر ظلم قرار دیا۔

إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي

**یادرکھیے**

ہمارے گناہ خود ہم ہی کو نقصان دیتے ہیں کسی اور کو نہیں۔

نبی ﷺ معصوم ہونے کے باوجود، گناہوں سے پاک ہونے کے باوجود دن میں 70 سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتے تھے اور توبہ کرتے تھے اور آپ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا اَخْطَأْتُ وَمَا تَعَمَّدْتُّ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا جَهِلْتُ وَمَا تَعَمَّدْتُ

اے اللہ! میرے ان گناہوں کو معاف فرما جو میں نے غلطی سے کیے، اور جو میں نے جان بوجھ کر کیے، اور جو میں نے چھپ کر کیے، اور جو میں نے اعلانیہ طور پر کیے، اور جو میں نے نادانی میں کیے، اور جو میں نے جانتے بوجھتے ہوئے کیے۔

اسی طرح نماز میں بھی گناہوں سے بخشش کی دعا کرنی چاہیے جب التحیات آپ پڑھتے ہیں تو آخر میں آکر

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّك أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"(بخاری834)

❖ آیت 17 یہ ہے شکر ادا کرنا کہ آئندہ سے ایسی کوئی غلطی نہیں ہو گی۔

❖ آیت 18 یعنی تو وہی ہے جس نے کل مجھے بہکایا تھا آج پھر وہی کر رہے ہو

❖ آیت 20

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے قتل کی خبر عام ہو چکی تھی۔

پہلی دفعہ موسی علیہ السلام کو قتل کرنے کا خطرہ ان کے پیدائش کے سال کی وجہ سے تھا دوسری دفعہ پھر وہی زندگی میں مشکل آگئی۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے تو انسان سوچتا ہے کہ بار بار میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اللہ کے نبیوں پر اس طرح کے بڑے بڑے امتحان آئے ہیں تو ہم کیا چیز ہیں۔

❖ آیت 21 یعنی احتیاطی تدابیر بھی اختیار کیں اور دعا بھی کی۔

❖ آیت 22

آپ دیکھ رہے ہیں یہاں ہر مرحلے پر موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے ہیں ہر موقع پر اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کر رہے ہیں۔

تو انسان راستے کی رہنمائی میں بھی اللہ کا محتاج ہے جب کبھی راستہ بھول جائیں نہ اور آپ کا GPS بھی راستہ بھول جائے تو پھر یہ دعا ضرور پڑھیں۔

عَسَىٰ رَبِّيٓ أَن يَهۡدِيَنِي سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ

سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی مجھے ایسے راستے پر چلا کہ جو کسی مشقت کے بغیر ہے بالکل ہموار ہے مقصد تک پہنچانے والا ہے۔

❖ آیت 23 یعنی نپے تلے جامع الفاظ میں انہوں نے اپنا مدعا بیان کر دیا۔

❖ آیت 24

بغیر کسی لالچ کے آگے بڑھ کر دوسرے کی خیر اور بھلائی کا کام کر دیا

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلۡتَ إِلَيَّ مِنۡ خَيۡرٖ فَقِيرٞ

-perfect example ہے اخلاص کے ساتھ لوگوں کی خدمت اور مدد اور صلہ صرف اللہ سے چاہنا

دعا اللہ سے کہ یا اللہ تجھ سے خیر کا محتاج ہوں یہ نہیں کہا کہ دیکھو میں نے تمہارے ساتھ یہ بھلا کیا ہے میری بھی تم کچھ مدد کرو، کوئی توقع ہی نہیں رکھی اور انکے کہنے کے بغیر ہی ان کی مدد کر دی تو۔

**یاد رکھیے کہ**

اللہ کو یہ بات بڑی پسند ہے کہ ہم لوگوں سے توقعات نہ رکھیں اپنے رب سے رکھیں۔

اور یہ بھی کہ جب ہم رب سے مانگیں تو اپنے فقیر ہونے کا اظہار کریں عاجزی کا اللہ میں فقیر ہوں محتاج ہوں پھر اللہ کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلائیں کیونکہ اللہ تعالی کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ کوئی بندہ اس کے آگے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور وہ ان میں کوئی خیر نہ ڈالے۔

پھر اسی طرح سے یہ ہے کہ جو مسلمان اپنا چہرہ اللہ عزوجل کے سامنے گاڑ کر کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے وہ چیز ضرور عطا کر دیتا ہے خواہ جلدی عطا کرے یا اس کے لیے ذخیرہ کر کے رکھے۔

گاڑ کر کیسے؟ جیسے آپ سجدہ کرتے ہیں تو سجدے میں پڑ کر میں نے سر نہیں اٹھانا جب تک میری دعا قبول نہ ہو جائے اور اس میں آپ اپنے رب کو قریب ترین محسوس بھی کریں۔

تو اگر اس اعتبار سے دعا کریں گے تو دعا قبول ہو گی ان شاء اللہ۔

تو اللہ سبحانہ وتعالی نے موسی علیہ السلام کو خیر عطا کر دی۔ انہیں علم اور حکمت عطا کیا تھا، پھر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو قتل سے نجات دی، پھر یہ کہ ایک متکبر بادشاہ کے ہوتے ہوئے انکی کامل تربیت کی۔ ان کے دین کی بھی حفاظت کی اور جس جگہ پر جس محل میں ان کا آنا جانا تھا وہاں جو غلط نظریات تھے اور عقائد تھے اور جو ماحول کی خرابی تھی اس سے بھی اللہ نے بچایا اور پھر اللہ نے موسٰی علیہ السلام کے ہاتھوں قوم کو چھٹکارا بھی دلایا اور پھر موسی علیہ السلام کو خوف خطرے کی حالت میں ایسے علاقے کی طرف رہنمائی کی جہاں ان کے لیے رہائش کا بھی بندوبست ہوا اس دعا کے بعد شادی بھی ہوئی، جاب بھی لگ گئی، سارے کام ہو گئے۔

## ❖ آیت 25

یعنی یہ دوسرا علاقہ ہے یہاں فرعون کی حکومت نہیں ہے۔

اور یہاں اللہ تعالی خاص طور پر اس لڑکی کی حیاء کا ذکر کرتے ہیں تو گویا حیاء ایسی صفت ہے جو اللہ تعالی کو پسند ہے۔

حیاء ایمان کا حصہ ہے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ جب ایک اٹھتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کا تعلق جنت سے ہے۔

✷ ایک اور روایت میں آتا ہے حیاء سراسر خیر ہے۔

✷ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ تو حیاء ہمارے دین کا امتیازی نشان ہے۔

## ❖ آیت 26

طاقتور اور امین ہو۔ لیکن یہ دو qualities اکٹھی ہونا بہت مشکل ہوتا ہے جو لوگ کام جانتے ہوتے ہیں سمارٹ ہوتے ہیں عام طور پر خیانت کرتے ہیں وہ مالک کے ساتھ بھی کھیل جاتے ہیں اور جو طاقتور نہیں ہوتے ذہنی طور پر اور جسمانی طور پر وہ امانتدار ہوتے ہیں لیکن پھر کام کے نہیں ہوتے یعنی ایک شخص بہت امانتدار ہے کام ہی نہیں آتا اس کو۔ تو آپ کیا کریں گے اس سے؟

تو اس لیے جب بھی آپ دعا کریں کہ اللہ تعالی مجھے مددگار عطا کر تو ساتھ یہ بھی کہ اللہ قوی اور امین عطا کر۔

کیونکہ ہمارا دین ہمیں یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ جب کسی کو کوئی عہدہ دیا جائے جب کسی کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو اس کے اندر یہ دو خوبیاں ضرور ہوں کہ وہ امانت کا حق ادا کرنے والا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے اندر اس کام کے کرنے کی صلاحیت ہو۔

### ❖ آیت 27

یعنی وہ جو ان بچیوں کے باپ تھے ان کے بارے میں آتا ہے کہ انکا نام شعیب تھا۔

تو گویا ان کو آئندہ آٹھ سال وہاں رہنا تھا، اس کی انہوں نے کمٹمنٹ کی۔

### ❖ آیت 28

اپنا گھر، وطن، رشتے دار، قوم، قبیلہ سب کچھ چھوڑ کر محروم ہو گئے، جدائی ہو گئی آٹھ سال۔

اگر آپ کو کوئی کہے کہ آپ کو آٹھ سال کینیڈا میں رہنا ہے اور یہاں سے آپ بالکل کسی سے ملنے نکل نہیں سکتے تو آپ کے دل پر کتنا بڑا پہاڑ پڑ جائے گا۔ اپنی مرضی سے آپ 20 سال بھی رہ لیں، 20 سال بھی نہ جائیں آپ کی اپنی مرضی ہو تو اور بات ہے لیکن اگر آپ کو کوئی باندھے کہ آٹھ سال آپ یہاں سے ہل نہیں سکتے تو وہ ایک قید کی طرح لگتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ نہیں دس سال پورے کیے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی؟ تو انہوں نے کہا جو اس میں زیادہ کامل اور زیادہ مکمل تھی یعنی دس سال۔

تو اب یہ دس سال کی محرومی کے بعد اور maturity کے بعد، تیار کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو اب ایک بڑے مشن پر دوبارہ واپس مصر لے کر جاتے ہیں۔

### ❖ آیت 29

اب بیوی کو ساتھ لے جا رہے ہیں۔

## یاد رکھیے

شوہر کا یہ حق ہوتا کہ بیوی کو جہاں چاہے لے جائے۔ شادی کے بعد آپ کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کہ آپ پابند کریں ہاں یہ کہ کوئی limited عرصے کے لیے جیسے انہوں نے کہا تھا آٹھ سال یہاں رہنا ہو گا تو وہ الگ بات ہے وہ شادی کی terms and condition میں وہ بات لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن مستقل طور پر bound کر لینا تو یہ درست نہیں۔

کیونکہ شادی کے بعد شوہر کا حق ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو اپنے ساتھ لے جائے چاہے دوسرے ملک ہی لے جائے۔

ظاہر ہے رات کا وقت تھا ٹھنڈک تھی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کی خدمت کے لیے نکلے۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سفر کے دوران شوہر کو بیوی بچوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے. انکی سردی گرمی کا temperature کا یہ نہیں کہ اپنی مرضی کا کار میں temperature set کر لیا بیوی بچے چلاتے رہے، نہیں ان کا بھی دھیان رکھنا چاہیے کہ انہیں کیا ضرورت ہے۔ پھر یہ کہ راستے میں کھانے پینے کا بھی اور باقی ضروریات کا بھی خیال کرنا۔

کیونکہ مرد کو اللہ نے جو قوام بنایا ہے تو اسی وجہ سے بنایا ہے کہ وہ ان چیزوں کی take care کرے۔

شکر ہے موسیٰ علیہ السلام نے بیوی سے نہیں کہا کہ جاؤ وہ آگ نظر آ رہی ہے تو کچھ لے آؤ وہاں سے۔ آج کل تو یہی ہو رہا ہے کہ تم ہی کر آؤ سب کام۔

### ❖ آیت 30

سبحان اللہ جب انسان خیر کے کام کر تا رہتا ہے خیر کے کام سے نکلتا ہے تو اللہ تعالی خیر ہی عطا کر تا ہے۔

**آپ دیکھیے کہ**

وہ گھر والوں کی خدمت کے لیے نکلے تھے اللہ نے کتنی بڑی خیر عطا کر دی۔ اللہ تعالی ہم کلام ہوئے۔

### یاد رکھیے

نیکی نیکی کے دروازے کھولتی ہے اور برائی سے برائی لازم آتی ہے۔

تو جب کبھی نیکی کے کسی کام کا پتہ چلے کوئی opportunity ملے، کر گزریں آپ کو نہیں معلوم وہاں سے آپ کو کیا خیر ملے مدین گئے تو وہاں خیر کا کام کیا تو اللہ نے رہنے کا انتظام کر دیا، واپسی میں سفر کے دوران خیر کا کام کیا گھر والوں کا خیال رکھا تو اللہ تعالی نے نبوت سے نواز دیا۔

❖ **آیت 31** موسی علیہ السلام ڈر گئے.

### ❖ آیت 32

یہ ان کے لیے بھی تھا اور ہمارے لیے بھی کہ کبھی خوف محسوس ہو رہا ہو تو دل پر ہاتھ رکھ لیں۔

اکثر لوگ کہتے بھی ہیں دیکھو میرا دل کتنا دھڑک رہا ہے۔ جب آپ دل پر ہاتھ رکھتے ہیں تو دل کو قرار آنے لگتا ہے یعنی اس کو تھپکی ملتی ہے اور اس کو تسلی ہوتی ہے اور آپ ٹھیک ہونے لگتے ہیں کیونکہ خوف کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

### ❖ آیت 35

اب تمہیں بچانا ہمارا کام ہے اللہ سبحانہ و تعالی کیسے بچاتا ہے اتنے جبار دشمنوں کے سامنے۔

ہمارے معجزات کی وجہ سے تم دونوں ہی غالب رہو گے، وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا ہوا۔

❖ **آیت 37** یعنی موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ میرا رب جانتا ہے کہ کون ہدایت پر ہے اور کس کے لیے انجام اچھا ہے۔

❖ **آیت 38** یعنی پیغمبر سب سے سچے لوگ ہوتے ہیں اور ان پر جھوٹ کا الزام لگا۔

❖ **آیت 39** یعنی انہیں حق نہیں تھا لیکن وہ خود کو خود سے بڑی چیز سمجھتے۔

❖ **آیت 43** تورات کی تعریف بیان کی جا رہی ہے۔

❖ **آیت 47** یعنی تورات اور قرآن جادو ہیں۔ یعنی دونوں کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

## ❖ آیت 50

### یاد رکھیے

علم کے بغیر نفس کی بات ماننے والا خواہش پرست ہوتا ہے۔ کون ہوتا ہے خواہش پرست؟

علم کے بغیر، دلیل کے بغیر صرف دل کی ماننے والا، نفس کی ماننے والا، نفس کے پیچھے چلنے والا ہی دراصل اپنی خواہش نفس کو الہ بنائے ہوئے ہوتا ہے اس کی پوجا کر رہا ہوتا ہے۔

### تو یاد رکھیے

ہمیں صرف قرآن ہی نہیں نبی ﷺ کی طرف سے آنے والی باتوں کو بھی سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ یعنی حدیث کا بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کہ یہ حدیث تو میرے دل کو نہیں لگتی اور یہ تو میری عقل میں نہیں آتی اور یہ تو میری سمجھ میں نہیں آتی، نہیں! قرآن کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن کو سمجھنا ہماری عقل کا کام نہیں یا ہماری عقل نہیں ان کو سمجھ پاتی۔

اب جیسے چیونٹی کی آواز سن لینا عقل میں تو نہیں آتا اتنی چھوٹی سی اور اس کی آواز زیادہ سے زیادہ کتنی بڑی ہوگی لیکن اللہ تعالی نے قرآن میں بتایا کہ چیونٹی بولی، اس نے اپنے لشکر سے کیا کہا اپنی کالونی سے کیا کہا اور اس کو کیا کچھ تھا پتہ۔ ہدہد جو بولا عقل تو نہیں مانتی اس کو کہ ہدہد اتنی لمبی چوڑی باتیں کرے گا اور اتنی سمجھ رکھے گا۔

تو اس طرح حدیث میں بھی بعض باتیں ایسی ہیں جو انسان کے امتحان کے لیے ہیں کہ بظاہر عقل نہیں مانتی لیکن انکو بھی اگر وہ صحیح source سے authentic ہیں تو اس لیے مان لینا چاہیے کہ نبی ﷺ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

آپ نے جو بتایا ہے سچ ہی بتایا ہے کچھ باتیں آج نہیں ہو سکتا ہے کئی سو سال بعد ہمارے بعد وہ ثابت ہو جائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں

فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ(النور 63)

سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا وہ حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ آ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب آ پہنچے۔

تو اپنی رائے کو اپنی logic کو اپنی عقل کو قرآن و سنت سے آگے رکھنا جو ہے یہ درست نہیں۔ اس بات سے ڈرنا چاہیے۔

## ❖ آیت 52

یعنی تورات۔ یعنی اس میں سے مسلمان ہو گئے ہیں۔

## ❖ آیت 54

تو اس سے کیا پتہ چلتا ہے کہ اہل کتاب میں سے اگر کوئی اپنے نبی کو مانتا ہے اپنی کتاب کو مانتا ہے اور ساتھ محمد ﷺ کا اقرار کرتا ہے اور قرآن کو بھی مانتا ہے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے یعنی دوہرا ایمان دوہرا اجر۔ **پھر انکی خوبی کیا ہے؟**

1. صبر

2. برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں

3. رزق خرچ کرتے ہیں اللہ کے راستے میں دیتے ہیں۔

یہاں خاص طور پر برائی کو بھلائی سے بدلنا جو ہے یہ بڑا اہم ہے یعنی بعض اوقات ہم صبر بھی کر جاتے ہیں کچھ نہیں کہتے کسی کو اور مال بھی خرچ کر لیتے ہیں لیکن برائی کا بدلہ نہ دینا تو سمجھ میں آتا ہے کہ چلو معاف کیا لیکن اچھائی سے دینا یہ بہت بڑی بات ہے۔

یہ بہت بڑے صبر کی بات ہوتی ہے کہ کوئی آپ سے برا کرے اور آپ اُس پر احسان کریں جو آپ کو acknowledge ہی نہ کرے، آپ کسی مجلس میں ہوں، شادی میں خوشی میں غمی میں اور وہ آپ کو acknowledge بھی نہ کرے اور وہ یہ سوچے کہ گویا آپ exist ہی نہیں کرتے ایسے لوگوں کو اٹھ کر جا کر خود سلام کرنا اور پھر اگر وہ ضرورت مند ہیں تو ان کی ضرورت پوری کرنا اور ان کے ساتھ اور انکے بچوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنا یہ بہت اعلی درجے کی بہت بلند مقام لوگوں کی qualities ہوتی ہیں ورنہ عموما ہم کیا کرتے ہیں ہمارا رویہ کیا ہوتا ہے؟

چونکہ یہ خاندانوں میں اس طرح کے مسائل پیش آتے ہیں اس لیے ان کو highlight کر رہی ہوں کہ اگر کوئی ہمیں نہیں پوچھتا خاندان میں سے تو ہم بھی نہیں پوچھتے، ہمیں کیا ضرورت ہے پیچھے جانے کی، ہم کوئی ایسے گئے گزرے ہیں، ہم کوئی راہ میں پڑے ہوئے ہیں، نہیں تو نہ سہی، یعنی اکڑ دکھاتے ہیں وہاں۔

پھر اسی طرح اگر آپ نے کسی کو دیا اور کسی کے بچے کی فیس دی کوئی مدد کی اس نے پلٹ کر شکریہ کا خط نہیں لکھا میسج نہیں کیا پھر کیا کرتے ہیں؟

دل میں رکھ لیتے ہیں اس نے شکریہ نہیں بولا اگلی دفعہ اس کو نہیں دینا کسی اور کو دیں گے گویا شکریہ کے لیے دیں گے اللہ سے اجر کے لیے تو نہیں۔

پھر ایک اور درجہ کہ آپ نے کسی کی مدد کی کسی کے کام آئے کوئی بیمار تھا آپ اس کے ساتھ ہسپتال میں رہے اور جب وہ ٹھیک ہو کر release ہو کر آیا اس نے آپ ہی خلاف باتیں شروع کر دیں اور مصیبت۔

کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آپ بوڑھے والدین کی خدمت کرتے ہیں اور وہ جواب میں شکریہ ادا کرنے کی بجائے اپنے بڑھاپے سے، اپنی بیماری سے، اپنی ذہنی حالت سے تنگ آئے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ کیا کرتے ہیں؟

الٹا بددعائیں دینے لگتے ہیں یا پھر برا بھلا کہنے لگتے ہیں تو پھر آپ اس وقت کیا کہتے ہیں میری بس اب کوئی اور سنبھال لے۔

نہیں۔ **محسن کون ہوتے ہیں؟** برائی کا بدلہ بھلائی سے چاہے وہ رویہ میں ہو، اخلاق میں ہو، زبان پر ہو ہاتھوں سے ہو کسی بھی طرح کی ہو۔ کوئی آپ کا احسان ماننے کو تیار نہ ہو تو پھر بھی آپ اس کو جوابا بھلائی سے دور کرتے ہیں یعنی ان حالات کو نارمل کرتے ہیں۔

تو مراد یہ ہے کہ تکلیف برداشت کر کے اچھی بات کہہ کر اس situation کو normalize کر لیتے ہیں اور اسی طرح یہ کہ اگر کوئی گناہ خود سے ہو جاتا ہے تو اس کے بعد نیکی کر لیتے ہیں۔ وَيَدۡرَءُونَ بِٱلۡحَسَنَةِ ٱلسَّيِّئَةَ یہ تو دوسروں کے ساتھ رویہ تھا۔ خود سے بھی کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اُس کے بعد اچھا کر لیتے ہیں۔

تو یہ مکارم اخلاق کی ایک صفت ہے یعنی اخلاق کے اعلی درجات ہیں۔ تو اچھی بات جو ہے وہ بری بات کو دور کر دیتی ہے نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے۔

- **آیت 55** جیسے ایک اور جگہ پر آتا ہے

وَإِذَا مَرُّواْ بِٱللَّغۡوِ مَرُّواْ كِرَامٗا

عباد الرحمن کی صفت ہے.

یعنی وہ جاہلوں کے ساتھ الجھتے نہیں یہ بھی بہت بڑے کمال کی بات ہے ورنہ انسان اپنے سے کمزوروں کو دباتا ہی ہے. تو جاہل جو ہوتا ہے وہ کمزور ہی ہوتا ہے اصل میں تو اس کے ساتھ جھگڑنا، بحث کرنا اس کو ذلیل کرنا اس کے اوپر تحکمانہ انداز اختیار کرنا، وہ ایسا نہیں کرتے۔

### ❖ آیت 56

اللہ اکبر! جس سے آپ محبت رکھتے ہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ انسان سب سے زیادہ محبت اپنی اولاد سے رکھتا ہے اپنے والدین سے رکھتا ہے لیکن بعض اوقات انسان مخلصانہ کوششیں بھی کرتا ہے لیکن کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

### ❖ آیت 57

ہم as a Muslim اپنی شناخت اس لیے ظاہر نہیں کر رہے کیونکہ پھر ہمیں وہ privileges حاصل نہیں ہونگے جو اپنی identity چھپا کر ہوتی ہیں تو وہاں بھی یہ ہی خوف تھا یعنی تمہیں کس بات کا خوف ہے اللہ نے ساری نعمتیں تو دے رکھی ہیں اور کیا چاہیے؟

### ❖ آیت 58

اپنی اکانومی پر ان کو بڑا غرور تھا۔

اب ان گھروں کا کوئی خریدار نہیں، کوئی رہنے والا نہیں۔

### ❖ آیت 59

یعنی رسول ہمیشہ بڑے town میں آئے ہیں مرکزی شہر میں آئے ہیں کیونکہ وہاں سے سارے پیغام دور دور تک پھیل جاتے ہیں۔ اگر کوئی کسی گاؤں میں رہ رہا ہو تو وہاں سے communication مشکل ہوتی ہے اور گاؤں والوں کی بات شہر والے نہیں مانتے۔

### ❖ آیت 60

تو ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ بس یہاں کے لیے ہے مال و دولت سب یہاں کے فائدے اٹھانے کے لیے ہے اور یہاں ہم نے کتنا کھالینا ہوتا ہے، کتنا استعمال کر سکتے ہیں ٹھیک ہے جب basic necessities پوری ہو جائیں تو انسان کو اچھے اعمال کی فکر زیادہ کرنی چاہیے۔ وہاں کے لیے زیادہ جمع کرنا چاہیے۔

یعنی اس مال اور زندگی سے اپنی آخرت کماؤ۔

### ❖ آیت 62 یعنی جن کا دعوی کرتے تھے۔

### ❖ آیت 68

اسی لیے وہ دعا کرنی چاہیے

اللهم إستخدمني ولا تستبدلني

اللہ مجھ سے اپنے دین کی خدمت کا کام لیتا رہے اور مجھے تبدیل نہ کرنا

کہ میں چھوڑ دوں اس کو اور کوئی اور میری جگہ کرے نہیں! تو یہ کام مجھ ہی سے لے۔

## یاد رکھیے

خیر اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے کسی بھی کام کے وقت اللہ سے خیر کی دعا کرنی چاہیے۔

**خیر کی دعا کا نام کیا ہے؟** استخارہ یعنی استخارہ کرنا چاہیے۔

استخارہ کا کارڈ بھی ہونا چاہیے یہاں جس میں اس کی دعا اور سارا طریقہ وغیرہ بھی لکھا ہوا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی بندے کو دنیا کے کاموں میں سے کسی اہم کام کے لیے اس وقت تک پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے جب تک اللہ سے اس کے بارے میں خیر کا سوال نہ کرلے۔ اُسے چاہیے کہ نماز استخارہ کی دو رکعت ادا کرلیا کرے۔

نبی ﷺ قرآن کی سورتوں کی طرح ہی استخارہ کی تعلیم دیتے تھے۔

استخارہ شرمندگی سے بچنے کا سبب ہوتا ہے۔

✧ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

جو آدمی اللہ تعالی سے خیر طلب کرے، مخلوق سے مشورہ کرے اور اپنے کام میں ثابت قدمی اختیار کرے اسے کبھی شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بظاہر خیر کے کام میں بھی استخارہ کرلینا چاہیے۔

✷ جیسے نبی ﷺ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا تو انہوں نے کیا جواب دیا تھا کہ میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کرونگی جب تک میں استخارہ نہ کرلوں، اپنے رب سے دعا نہ کرلوں لہٰذا وہ اپنی نماز کی طرف اٹھیں۔ نماز استخارہ شروع کی۔

اِدھر سے قرآن میں حکم اتر آیا کہ ہم نے تمہارا نکاح اُن سے کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت انکے پاس آگئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو کام نیک بھی ہو اچھا بھی لگ رہا ہو پھر بھی استخارہ کریں کہ کچھ لوگوں کو میں نے کہتے سنا ہے کہ اب یہ تو ایک نیکی کا کام ہے۔

**مثلاً:** حج پر آپ نے جانا ہے تو آپ ضرور استخارہ کریں تاکہ آپ کے لیے آسانیاں ہوں۔ اگر اس سال آپ کے لیے جانا بہتر نہیں تو اللہ تعالی پھر آپ کو جلد موقع عطا کر دے۔

### ❖ آیت 73

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ فطرت پر ہونا کیا ہے؟ دن میں کام رات کو آرام۔ بوقت ضرورت رات کو کام کیا جاسکتا ہے لیکن فائدہ اسی میں ہے کہ انسان رات کو آرام کرے۔

### ❖ آیت 75 کیوں شرک کیا تھا؟

### ❖ آیت 76

قارون بنی اسرائیل میں سے تھا، فرعونیوں کے ساتھ جاملا۔ ایسے لوگ ہوتے ہیں ہر دور میں۔

اللہ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ تو یاد رکھیے

دنیا کے مال پر وہی اتراتا ہے اور بہت خوش ہوتا ہے جسے آخرت کی فکر نہیں ہوتی، آخرت سے غافل ہوتا ہے۔

آیت 77

یہ اللہ نے صرف اس لیے نہیں دیا کہ صرف دنیا بنا کر چھوڑ جاؤ اوروں کے آرام کے لیے بلکہ اس سے آخرت بناؤ۔

اپنا حصہ فراموش نہ کرو۔۔۔۔اپنی ضرورت ضرور پوری کرو۔

تو پتہ یہ چلتا ہے کہ فساد کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ مال و دولت سے جب زیادہ ہو جاتا ہے نہ تو بگاڑ آ جاتا ہے۔

اللہ نے ہماری زندگی کا مقصد کیا رکھا ہے؟

ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۚ وہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں سے سب سے اچھے عمل کون کرتا ہے؟ اور نیک اعمال ہی انسان کو خسارے سے بچاتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی میں ہی انسان کو اپنی آخرت کمانی ہوتی ہے۔

یاد رکھیے

جب انسان فوت ہو جائے گا تو قیامت کے دن اُس سے اُس کی عمر کے بارے میں سوال ہو گا کہ اس نے اسے کس چیز میں لگایا؟ علم کے بارے میں کتنا عمل کیا؟ مال کے بارے میں کہاں سے کمایا، کہاں خرچ کیا؟ جسم کے بارے میں کہ کس کام میں اپنے آپ کو گھلایا؟

تو ان سوالوں کا جواب ہمیں تیار رکھنا چاہیے۔

کہ ہم اپنے جسم کو کہاں تھکاتے ہیں اور پھر احسان کی بات ہوئی ہے یہاں

وَأَحۡسِن كَمَآ أَحۡسَنَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ اللہ نے تمہیں دیا ہے نا تم لوگوں کو دیا کرو، اللہ نے تمہارے حصے میں ڈال دیا ہے لوگوں کا حصہ اب وہ حصہ انکو لوٹاؤ۔

✷ حدیث میں آتا ہے:

بے شک اللہ بندوں کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے کچھ لوگوں کو بطور خاص نعمتیں دیتا ہے اگر وہ خرچ کرتے رہیں تو ان پر انعام برقرار رہتا ہے اور اگر وہ رک جائیں تو ان سے چھین کر دوسروں کو دے دیتا ہے۔

تو نعمتیں برقرار رہتی ہیں اگر اس میں سے ہم دوسروں کا حصہ نکالتے رہیں اور صرف اپنے لیے ہی سب کچھ جمع کر کے نہ رکھیں۔

## ❖ آیت 78

آج بھی بہت سے لوگ اچھی جاب کو اپنے علم کا ہی کمال سمجھتے ہیں حالانکہ انہی جیسی ڈگریاں رکھنے والے بہت سے jobless بھی ہوتے ہیں آپ کو معلوم ہے اس وقت سرٹیفائیڈ ڈاکٹرز کی ایک بڑی تعداد jobless ہے highly qualified لیکن یہ ہے کہ یا تو اپنی مرضی کی جاب نہیں ملتی یا کہیں کوئی placement نہیں ملتی تو بات یہ ہے کہ یہ صرف ڈاکٹرز کے ساتھ ہی نہیں۔

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آپ پڑھ پڑھ کر زندگی لگا دیتے ہیں لیکن کوئی ایسی جاب یا کمانے کو ذریعہ اس کی وجہ سے نہیں ملتا تو پھر آپ کیا کرتے ہیں آپ اپنی line change کر کے کیا کرنے لگتے ہیں یا کبھی ٹیکسی چلانے لگتے ہیں یہ کوئی بری بات نہیں ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ جو علم آپ کا ہے جو experience ہے آپ کو

اسکی جاب نہیں ملتی تو اگر کسی کو ملی ہوئی ہے تو اس کو اللہ کا فضل سمجھے کہ اتنوں میں سے اللہ نے مجھے موقع دیا مجھے چن لیا کہ میرے پاس جو qualification ہے اس کے مطابق مجھے جاب ملی ہے کیونکہ بعض اوقات آپ under qualification ہوتے ہیں اور کبھی over qualification ہوتے ہیں تو علم پر فخر کی ممانعت ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے علم اس لیے سیکھا کہ اس کے ذریعے علماء کے سامنے فخر کرے، بے وقوفوں سے بحثیں کرے اور لوگوں کو اپنی طرف (attract کرے) مائل کرے تو اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کو یہ علم حاصل ہو گیا تھا کہ وہ عام دھات کو سونا کیسے بنا سکتا ہیں؟ اللہ ھو اعلم۔ روایات میں آتا ہے کہ لوہے کو جیسے سونے میں convert کرنے کا طریقہ ہے تو وہ convert کر کے اس نے مال و دولت کے ڈھیر لگا لیے تھے

تو اُسی علم کی طرف اس کا اشارہ ہے کہ یہ تو میرا علم ہے مجھے یہ راز پتہ چلا تو اس وجہ سے میں یہ سب جانتا ہوں۔

قارون سے بھی زیادہ دولت تھی لوگوں کے پاس، لیکن پھر بھی اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔

## ❖ آیت 79

یہ ایک فطری سی انسان کی کمزوری ہے کہ جب وہ کسی کے پاس زیادہ اچھی گاڑی دیکھتا ہے یا اچھا گھر دیکھتا ہے یا اچھی اولاد دیکھتا ہے تو اس کو تمنا ہوتی ہے کہ کاش میرے پاس بھی یہ سب کچھ ہوتا.

## ❖ آیت 80

**علم والوں کی پہچان دیکھیے کہ اصل علم والے کون ہوتے ہیں؟**

وہ جانتے ہیں کہ دنیاوی چکا چوند کی حقیقت کیا ہے اور یہ ریجھنے کی چیزیں نہیں ہیں، کہ نہیں معلوم کسی نے حلال سے حاصل کی ہیں یا حرام سے حاصل کی ہیں اور وہ اسکے لیے کتنی وبال جان ہے۔

جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا یعنی دین کا علم تھا وہ کہنے لگے

جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ کے پاس جو ثواب ہے وہ اس دولت کے ڈھیر سے بہتر ہے۔

**یاد رکھیے**

علم تقاضہ کرتا ہے کہ انسان آخرت کی خشیت زیادہ رکھے دنیا کے مقابلے میں، دنیا کی رونقوں سے زیادہ متاثر نہ ہو۔

اور پھر انسان صبر کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ **یہ کون سے صابر ہیں؟**

جو دنیا کی زینت اور رونق سے صبر کیے ہوئے ہیں کہ اس میں بہت آگے نہیں جاتے اور اپنی خواہشات کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔

اور آپ دیکھیے ویسے بھی علم کب حاصل ہوتا ہے؟ جب آپ دنیا پر کمپرمائز کرتے ہیں اور خاص طور پر اس ملک میں جہاں آپ کے پاس جاب ہے جہاں آپ کے پاس کمانے کے مواقع ہیں جہاں آپ بہت flourish کر سکتے ہیں تو پھر آپ اس وقت میں سے وقت نکالتے ہیں اپنے دین کے لیے بھی، تو یہ بہت صبر کی بات بھی ہے اور بڑے اجر کی بات بھی ہے کیونکہ جب انسان کو دنیا کھلی مل رہی ہو اور پھر اُسے سے رک کر انسان کہتا ہے کہ نہیں میں نے اپنی آخرت کے لیے بھی اتنے گھنٹے لگانے ہیں بعض اوقات ہم دنیاوی کامیابی کے لیے والینٹیر بھی کرتے رہتے ہیں لیکن آخرت کے لیے والینٹیر کرنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔

۞ اگر آپ سلف کے احوال جانیں:

امام بخاری نے کیسے علم حاصل کیا اور دیگر لوگوں نے کس طرح ہزاروں میلوں کے سفر انہوں نے پیدل طے کیے، روکھے سوکھے پر گزارہ کیا، سخت مشقتیں برداشت کیں اور پھر سارا سارا دن پڑھتے تھے۔

روایت میں آتا ہے کہ بعض سلف اپنا سارا دن علم کی مجلس سے پُر کر لیتے تھے ایک مجلس ختم نہ ہوتی کہ دوسری کی طرف چلے جاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے کھانے کے لیے اور پکانے کے لیے بھی وقت نہ ملتا تو وہ کبھی کبھی صرف کچا کچا کھا کر گزارہ کرتے تھے، یعنی پکانے کے لیے بھی وقت نہیں ہوتا تھا۔

لیکن اس سارے صبر کے ذریعے انہوں نے دین کا علم حاصل کیا جس سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور کثیر مخلوق کو بھی فائدہ پہنچا۔

اگر یہ لوگ محنتیں نہ کرتے، قربانیاں نہ کرتے، تو آج یہ سب علم ہمارے پاس اتنا صاف ستھرا ہو کر کیسے پہنچتا۔

### ❖ آیت 82

مالدار بننا چاہتے تھے الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

انسان جس سے محبت کرتا ہے مال والوں سے محبت کرتا ہے تو انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

تو چونکہ اللہ نے ان کو دین کی سمجھ دی تھی تو یہ ڈر گئے کہ شکر ہے ہمارا انجام بھی قارون کے ساتھ نہیں ہوا، ہم بھی وہ ہی تمنا کر رہے تھے جو قارون کے پاس تھا۔

### ❖ آیت 83

**یہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہے؟**

جو زمین میں بڑائی نہیں چاہتے تکبر نہیں کرتے، دوسروں کو کنٹرول کرنے کی خواہش نہیں رکھتے اور فساد نہیں کرتے۔

کیونکہ جب انسان ہمیشہ یہ چاہے کہ میری ہی مرضی چلے اور پتہ بھی گھر کا نہ ملے میری مرضی کے بغیر، تو پھر یہ عُلو کی خواہش کہ میں ہی سب سے بڑا ہوں میری ہی سنی جائے مجھے ہی سب سے زیادہ اہمیت دی جائے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے اگر آپ پوچھے نہ، تو ناراض ہو جاتے ہیں یا یہ کہ بعض خواتین ہی گھروں کے اندر اتنی controlling ہوتی ہیں کہ ان کے شوہر، بچے، بہویں سب ان سے عاجز ہوتے ہیں تو اس کمزوری سے بھی باہر نکلنا چاہیے let go کرنے دیں لوگوں کو بھی اپنی مرضی سے زندہ رہنے دیں، کیونکہ بہت بڑا نقصان نہیں ہوتا ٹھیک ہے انسان سمجھائے سب کچھ کرے لیکن دوسروں کو سانس بھی لینے دیں کچھ space دیں کچھ آزادی دیں اس سے انسان خود بھی راحت میں رہتا ہے اور دوسرے بھی راحت میں رہتے ہیں۔

اور یہ چھوٹے لیول پر بھی ہے اور بڑے لیول پر بھی یا کسی organization میں کام کریں یا کسی حکومت کے رکن کے طور پر کام کریں۔

تو دو چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

- ایک بہت بڑا بن کر رہنے کی خواہش
- اور دوسرے فساد

تو سورۃ القصص کا آغاز فرعون کے ذکر سے ہوا اور اختتام قارون کے ذکر پر ہوا۔

القصص کے شروع میں فرعون کے معاملے میں اس کی سرکشی کی بات ہوئی اور اُس کے عُلو اور یہاں پر قارون کے۔

- **آیت 84** اوپر بھی یہ بات ہو چکی ہے۔
- **آیت 85** اپنے وعدے پورے کرنے والا ہے جس طرح اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدے پورے کیے اللہ تعالی آپ سے بھی پورا کرے گا۔

**ان قصوں کو سنانے کا مقصد کیا تھا؟**

آپ کے دل کو تسلی دینا کہ اللہ نے اپنے پچھلے پیغمبروں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالی آپ کے ساتھ بھی بھلائی ہی کرے گا آپ کا انجام بخیر ہی ہو گا۔

- **آیت 88**

ہر چیز ختم ہونے والی ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ

## سورۃ العنکبوت

- **آیت 2**

**یاد رکھیں**

جو بھی ایمان لاتا ہے اس کو آزمایا ضرور جاتا ہے اور ہر انسان پر آزمائش اس کے دین کے مطابق ہی آتی ہے۔

✷ سعد رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ سخت آزمائش کن لوگوں پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا انبیاء پر، پھر صالحین پر پھر درجہ بدرجہ عام لوگوں پر، انسان پر آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے آتی ہے اگر دین میں پختگی ہو تو اس کی آزمائش میں مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اگر دین کی کمزوری ہو تو اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مومن مرد اور عورت پر جسمانی یا مالی یا اولاد کی طرف سے مستقل پریشانیاں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملتا ہے اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں ہوتا۔

- **آیت 3**

اللہ کو تو پہلے سے علم ہے لیکن اُسے یہ علم لوگوں کے سامنے بھی لانا ہے۔

## ❖ آیت4

یعنی قیامت کے دن اُسکے سارے جھوٹ اور خیانتیں گن گن کر رکھی جائیں گی وہ ان کے سامنے لے آئی جائیں گی اور انصاف کے ساتھ ترازو رکھ دیا جائے گا اور وہ اللہ تعالی سے بھاگ نہیں سکتے کہ وہ ان کو سزا نہ دے۔

## ❖ آیت5

انسان کو اللہ سے ملاقات کی اُمید پر دنیا میں اللہ کی اطاعت پر سختی کرنی چاہئے کہ اللہ سے ملاقات کا وقت آنے ہی والا ہے جلد ہی وہ وقت آجائے گا کہ جب ہم اس کے حضور حاضر ہو جائیں گے تو اس لیے انسان کو اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔

یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ابھی تو بڑی عمر پڑی ہے ابھی تو میں جوان ہوں، بڑھاپے میں دیکھ لینگے۔ جو جس بھی عُمر میں ہے وہ اللہ سے ملاقات کی فکر کرے۔

## ❖ آیت6

اور جو شخص جہاد کرے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے اللہ تعالی یقیناً اہل عالم سے بے نیاز ہے یعنی جو محنت کرتا ہے اس کی محنت کا فائدہ اُسی کو پہنچتا ہے۔

## ❖ آیت8

اب یہ تیسری دفعہ یہ بات آرہی ہے۔

یعنی ماں باپ کی ہر بات نہیں مانی جاسکتی ماں باپ کی غلط باتوں کو احسن طریقے سے اگنور کر دینا چاہیئے۔

میں تمہیں بتادوں گا کہ کیا کچھ تم کرتے رہے ہو۔۔

یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل اللہ سبحانہ و تعالی کا حق زیادہ ہے ماں باپ کے حق سے۔

اور والدین کا حق اس کے بعد بہت بڑا ہے حتی کہ مشرک والدین کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنی چاہئے اور جو اللہ کے نافرمان والدین ہوں ان کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنی چاہئے۔

✷ عبد اللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا ان کا بیٹا سچا مسلمان تھا۔ تو ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو آپ گدھے پر تھے تو اسکے چلنے کی وجہ سے غُبار اُڑا تو بڑی نفرت سے کہتا ہے کہ ابن ابی کبشہ نے ہم پر غُبار اڑایا ہے تو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو بہت غصہ آیا تو اس نے اٹھ کر کہا: کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے، آپ پر کتاب نازل کی ہے میں اُس کا سر قلم کرکے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اپنے باپ سے نیکی کرو اور حسن صحبت سے پیش آؤ۔

یہ ہے ہمارے دین کی تعلیم بعض اوقات بچے نئے نئے دین میں آتے ہیں تو بڑے جوشیلے ہو جاتے ہیں۔

کہ ہمارے ماں باپ سود لیتے ہیں اور یہ غلط کام کرتے ہیں، وہ غلط کام کرتے ہیں اس لیے ہم تو اب گھر چھوڑ رہے ہیں اور ہم تو اب اُن سے ملنے ہی نہیں جائیں گے اور اب ہم یہ کر رہے ہیں، اب وہ کر رہے ہیں

وہ جو کرتے ہیں وہ ان کا فعل ہے ان کو سمجھانا ضرور چاہئے آپ قطع تعلق نہیں کرسکتے ماں باپ سے۔ بائیکاٹ نہیں کرسکتے اگر اُنہیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے تو آپ کو پھر کرنی ہوگی، ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے اور آپ سے پوچھا جائے گا آپ کے عمل کے بارے میں۔

❖ **آیت10** دین کے رستے میں تھوڑی سی بھی مشکل آتی ہے تو اُس کو بہت بڑا پہاڑ سمجھ لیتے ہیں۔

❖ **آیت13**

**یہ بڑی خطرناک بات ہے**

کہ انسان کے اوپر صرف اپنے گناہوں کا ہی بوجھ نہیں ہوگا بلکہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی ہوگا جس کو اس نے بھٹکایا ہوگا، گمراہ کیا ہوگا۔

یعنی جو کسی بُرے کام کا آغاز کرتا ہے اس کا رواج ڈال دیتا ہے تو جو اُس کی پیروی کرتا ہے قیامت تک اُن کے گناہوں کا ایک حصہ شروع کرنے والے کے حصہ میں آئیگا۔

جیسے عَمُروابن لُحَی نے مکہ میں بت پرستی کا آغاز کیا تھا تو جتنے لوگ بت پرستی کرینگے اُس کے بعد ان کی دیکھا دیکھی اُن سب کے گناہ کا ایک حصہ عَمُروابن لُحَی کے حصہ میں جائے گا۔

❖ **آیت14**

950سال ان میں رہے یعنیmillennium

❖ **آیت20**

یہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے، اور حساب کتاب کا یقین دلانے کے لئے بات کی گئی ہے، اس میں شک نہ کرو جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ پھر بھی کرسکتا ہے یہ قیامت کے آنے پر بہت بڑی دلیل ہے۔

❖ **آیت25**

**آپ دیکھیں کہ دنیا میں عموماً لوگوں کے باہمی تعلقات دوستیاں اور محبتیں کس بنیاد پر ہوتی ہیں؟**

کسی نہ کسیcommon groundپر ہوتی ہیں کوئی بزنس کوئیhobbyکوئی جاب کوئی اسپورٹس یعنی کوئی بھی چیز جو کچھ لوگوں کی بیچ میں ایک جیسی ہوتی ہے، کچھ لوگ مل کر تاش کھیلتے ہیں اور ان کی آپس میں بڑی دوستی ہوتی ہے اور کچھ لوگ آپس میں مل کر کوئی اور گیم کھیلتے ہیں کچھ لوگ اکٹھے چرچ جاتے ہیں، کچھ لوگ اکٹھے مندر جاتے ہیں، کوئی اکٹھے مسجد جاتے ہیں تو لوگ انہی کے ساتھ جا کر ملتے ہیں جن کے طور طریقے انکو اچھے لگتے ہیں۔

مومن جو ہے وہ دنیا میں کسی سے بھی جو محبت کرتا ہے اس کے پیچھے اللہ کی ذات ہوتی ہے اللہ کی خاطر۔ وہ دنیاوی اغراض و مقاصد اور مفادات کی خاطر محبت نہیں کرتا اور یہی محبت بے لوث محبت ہوتی ہے۔

**مثلاً:** اگر میں کسی سے اُس کے مال کی وجہ سے محبت کروں تو یہ محبت کیسی ہے کل کو اگر اس کے پاس مال نہیں رہیگا تو کیا پھر میں اُسکو چھوڑ دونگی؟ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

دنیامیں آپ کے پاس اچھی جاب ہے اچھاگھر ہے آپ اچھی پارٹی ارینج کرلیتے ہیں تولوگ آپ کے شیدائی ہیں وہ آپ سے محبت نہیں کررہے وہ محبت آپ کی رونقوں سے کررہے ہیں جواس وقت آپ کے اردگردہیں اگریہ رونقیں چلی گئیں تو یہ لوگ بھی چھوٹ جائینگے پوچھیں گے بھی نہیں۔

لیکن ایک مومن کاکسی مومن سے تعلق اس کی جاب کے اچھاہونے کی وجہ سے یامال کے زیادہ ہونے کی وجہ سے یاگھر کے خوبصورت ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا وہ کس وجہ سے ہوتا ہے؟

دین کی وجہ سے ہوتاہے اور یہ محبت اور یہ تعلق آخروقت تک اُس کواس کے ساتھ جوڑے رکھتاہے چاہے وہ ملینیر بن جائے اور چاہے وہ بالکل کنگال ہوجائے وہ اسکو چھوڑتا نہیں۔ کہتاہے کل بھی تم میرے دوست تھے آج بھی تم میرے دوست ہو کیونکہ اس دوستی میں جوcommon چیز تھی وہ اللہ کی محبت تھی وہ میرادین تھا۔

اسی لیے آتاہے کہ

قیامت کہ دن سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے متقین کے۔

کیونکہ متقین کاتعلق تقوی کی وجہ سے تھا،دین ایمان کی وجہ سے تھا،قرآن کی وجہ سے تھا۔توکتنابڑافرق ہے اس میں،پھر بھی ہم دنیاکی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور **دین کواہمیت نہیں دیتے اور دین کی وجہ سے دوستی کواہمیت نہیں دیتے۔**

**آپ دیکھیں**

ہماراجولائف اسٹائل ہے ہم جب لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں اس سے ہماری پہچان ہوتی ہے کہ ہماری priorities کیاہیں؟یعنی ہم کن چیزوں کوprefer کرتے ہیں؟

اب جیسے رشتے کے لین دین کی بات ہو۔عام طورپر کسی کادین کم ہی دیکھاجاتاہے یہ دیکھاجاتاہے کہ کیاوہsustain کرسکتاہے ٹھیک ہے دیکھناچاہئے کہ لڑکاذمہ داری اٹھانے کے قابل ہو۔

لیکن بعض اوقات ایسابھی ہوتاہے کہ کوئی دنیاوی اعتبار سے strong نہیں بھی ہوتالیکن دین میں بہت آگے ہوتاہے خاص طورپر وہ لڑکے جو دین سیکھنے کے لیے بعض اوقات اپناکیئریرہی داؤپرلگائے ہوئے ہوتے ہیں کہ later on اس پرکام کرلینگے ابھی کچھ سال زندگی کے اِس پروقف کریں ایسے لڑکوں کی بعض اوقات نیک طبیعت اچھی معقول لڑکی سے شادی ہونابہت مشکل ہوجاتاہے،کیونکہ ماں باپ دینانہیں چاہتے کیوں؟

کیونکہ دنیانہیں ہے۔

توجودین کوسامنے رکھ کر تعلق قائم کریگااُس کودنیابھی مل جائیگی جواس کی قسمت میں ہوگی۔

کہتے ہیں کہ رزق انسان کواس طرح ڈھونڈتاہے جیسے موت انسان کوڈھونڈتی ہے،رزق مل جائے گا،رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ہاں امتحان ہوسکتاہے وقتی طورپر تنگی ہوسکتی ہے لیکن اللہ تعالی اس تنگی کو بھی دور کردیگا۔

**دیکھنے کی بات یہ ہے کہ**

انسان کی priorities کیاہیں؟وہ آخرت کو بھی اہمیت دیتاہے یاصرف دنیاکو۔

اگر صرف دنیا کو دیا تو قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار، انسان کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا اس شخص کو اور ایک دوسرے پر لعنت، اس نے تو مجھے بہکا دیا تھا یہ غلط کام کرتا تھا اس نے مجھے بھی اپنے راستے پر لگا دیا۔

بچوں کو سگریٹ اور نشے کی عادت کہاں سے پڑتی ہے؟ گھر سے تو نہیں ہوتی باہر سے ہی یہ لت لے کر آتے ہیں دوستوں سے، دوستی کا ہی اثر ہوتا ہے، بری کمپنی کا اثر ہوتا ہے۔

### ❖ آیت 27

یہاں آپ دیکھیں

جب اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا ذکر کرتے ہیں تو پوتے کا ذکر بھی ساتھ ہی کرتے ہیں اور انہی کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔ دین کی لئے قربانی کی آپ دیکھیں کہ یہ خیر کہاں تک گئی۔

### ❖ آیت 28-29

یہ بُرائی انہی کی قوم سے شروع ہوئی تھی اس سے پہلے یہ برائی نہیں موجود تھی کیا تھی برائی؟

کیا تم لوگ شہوت سے مردوں کے پاس جاتے ہو، پہلی برائی راہ زنی کرتے ہو، دوسری برائی

openly برے کام کرتے تھے اپنے کلبس (clubs) کے اندر، مزید برائی

نَادِیکُمْ کہتے ہیں کلب کو یعنی بے حیائی کے کام سب کے سامنے۔

❖ **آیت 30** کیونکہ کوئی دوسرا مرد اُن کا مددگار نہ تھا کہیں سے کوئی سپورٹ ان کو نہ تھی۔

❖ **آیت 31** ایک ہی ٹرپ (trip) میں دونوں کام، پہلے بشارت پھر ہلاکت۔

❖ **آیت 32** فرشتوں کو پہلے ہی سے پتہ تھا۔ لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے کیونکہ اُن کی بیوی قوم کی ہمدرد زیادہ تھی۔

❖ **آیت 33** یہاں رسلنا سے مراد فرشتے ہیں۔

اور لوط علیہ السلام کو نہیں پتہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ پیغمبر غیب کا علم نہیں جانتے۔

### ❖ آیت 34

قوم لوط کی دیگر نافرمانیوں کا بھی ذکر آتا ہے۔

✧ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوط کی قوم میں اس بے حیائی کے کام کے علاوہ اور بھی گناہ پائے جاتے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کا حق مارتے تھے (مثلاً کسی کا گھر کرائے پر لے لیا، کرایہ دیئے بغیر قبضہ کر لیا،) ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے openly فحش گالیاں (اور جس طرح سے اپنے

clubs میں openly برے کام کرتے تھے) پھر مرد عورتوں جیسا اور عورتیں مردوں جیسا لباس پہنتی تھیں (کیونکہ مردوں کے مردوں سے relations تھے عورتوں کو بھی مرد بننے کا شوق ہو گیا کہ انکی طرف کوئی توجہ کرے) تاجروں پر ٹیکس لگاتے تھے اور ساتھ ساتھ وہ شرک کی بیماری میں بھی مبتلا تھے اور سب سے پہلے ہم جنس پرستی کا کام انہی سے شروع ہوا تھا۔

### ❖ آیت 35

یعنی راستے سے گزرتے ہوئے اب بھی ان بستیوں کے آثار موجود ہیں۔

### ❖ آیت 38

اور انہیں راہ حق سے روک دیا تھا۔

یہ تھا انکا قصور، یہ تھا انکا مسئلہ کہ حق سے رک گئے تھے حالانکہ وہ بہت سمجھدار لوگ تھے۔

### آپ سوچیے کہ

جنھوں نے اتنے بڑے بڑے گھر بنائے اور پہاڑوں کو تراشا اور بہت بڑے بڑے پلرز پر انھوں نے بلند محلات تعمیر کیے تو وہ کوئی معمولی لوگ تو نہیں تھے، دنیاوی معاملات میں انتہائی سمجھدار۔ لیکن شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے لیے اتنا خوشنما بنا دیا کہ وہ اپنے آپ کو عقل کُل سمجھنے لگے اور پیغمبر کی بات کو چھوٹا سمجھ کر جُھٹلا یا دیا۔

### ❖ آیت 39 یہاں بھی تکبر ہے۔

### ❖ آیت 41

مکڑی کے اندر ایک ایسا مادہ پیدا ہوتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے تو ایک باریک دھاگا بنتا ہے جو بال سے بیس گنا زیادہ باریک ہوتا ہے یعنی ایک average نارمل بال جو ہوتا ہے اس سے بھی بیس گنا باریک، اب اس باریک دھاگے سے جو گھر بنتا ہے اُس کو کون سہارا دے سکتا ہے اور کون اس کو تباہ ہونے سے بچا سکتا ہے۔

اسی لیے کہا کہ غیر اللہ کے سہارے، مکڑی کے جالے، مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہیں وہ تمہیں نہیں سنبھال سکتے تمہیں نہیں سہارا دے سکتے۔

تو یہ مثال اللہ نے ان لوگوں کے لئے بیان کی ہے جو اللہ کے علاوہ باطل معبود بنا لیتے ہیں جو ان کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جیسا کہ مکڑی کا گھروندہ انسان کو نہ سردی سے بچا سکتا ہے نہ گرمی سے اور نہ اس میں رہنے کی کوئی جگہ ہے۔

# پارہ 20 کے اہم نکات

1. عقیدہ درست ہونا چاہیے اور اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی عمارت کی بنیاد ہو اگر عمارت کی بنیاد مضبوط ہے تو اُس کے اوپر جو عمارت بنے گی وہ بھی دیرپا ہو گی اور اچھی طرح function کرے گی۔
2. بندہ جتنا عمل کرتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے بڑھ کر ثواب عطا کرتا ہے۔
3. نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔
4. قرآن سے مومن ہی ہدایت لیتا ہے اور قرآن مومنوں کے لیے ہی رحمت ہے۔
5. گناہوں کا وبال استغفار سے چلا جاتا ہے۔
6. حیاء جو ہے دین کا امتیازی نشان ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔
7. اخلاص سے کیے ہوئے کام میزان پر بہت بھاری ہوتے ہیں۔
8. رمضان نیکیوں کا موسم بہار ہے۔
9. قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے۔
10. استخارہ ہمیں اپنی روٹین میں شامل کرنا چاہیے۔
11. اہم معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ضرور دعا کرنی چاہیے۔
12. نیکیاں قیامت کے دن گبھراہٹ سے دور رکھیں گی۔
13. علم پر فخر کرنے کی ممانعت ہے۔

اکیڈمک ڈپارٹمنٹ
(کراچی ریجن)